ڈاکٹر حافظ شبیر احمد جامعی

برصغیر میں متجددین اور ان کی سیرت نگاری

تعارف

مذاہب عالم میں صرف اور صرف دین اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کے فکری اساس کے سر چشمے ہر اعتبار سے محفوظ ہیں۔ ان مصادر میں قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ ایک آفاقی ثقافت کی آئینہ دار ہے ہدایت کا ماہ کامل ﷺ جب حجاز کی سرزمین پر طلوع ہوا تو کفر و شرک کی ساری قوتیں اس کے مقابل آگئیں، لیکن ان باطل قوتوں کو ہمیشہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست تسلیم کرنے کی بہ جائے ان شیطانی قوتوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو ایذا پہنچانے کے لیے نئے نئے راستے اختیار کیے اور مستشرقین کا وجود عمل میں آیا۔ اگرچہ ان لوگوں نے دین اسلام کو بہت زیادہ ٹھیس پہنچانے کی کوشش کی لیکن علمائے حق نے ان کا منہ توڑ جواب دیا۔ لہٰذا اس کے بعد ان لوگوں نے ایسا طریقہ اختیار کیا، جو ملتِ اسلامیہ کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوا۔ انہوں نے یہ گر استعمال کیا کہ اسلام کو بدلنے کی بہ جائے اہل اسلام کو بدل دیا جائے، اس کے لیے انہوں نے مسلمانوں میں اپنے ذہنی اور فکری شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے امت مسلمہ کے فکری اور تہذیبی ڈھانچے کو متزلزل کرنے کی کوشش کی۔ یہ کوشش بڑی منظم اور مربوط تھی، یہ نقاب پوش اعدائے اسلام، اسلام ہی کا لبادہ اوڑھ کر مصلحین کے روپ میں مسلم معاشرت میں نمودار ہوئے، ایسے لوگوں نے اسلام کا حلیہ مسخ کر کے رکھ دیا۔

مجھے اس کا غم نہیں کہ لٹ گیا ہوں کیونکر
ہے رہ زنوں نے لوٹا اندازِ رہبری میں

تجدد کا لغوی مفہوم

تجدد اور تجدید ثلاثی مزید فیہ کے دو مختلف ابواب تفعل اور تفعیل سے ہیں:

لوئیس معلوف تجدد کے لغوی معنٰی یوں لکھتے ہیں:

تجدد۔ اجدد ثوبالبہ جدیدا
نیا کپڑا پہننا، نیا ہونا۔ (۱)

محمد بن ابوبکر الرازی مختار الصحاح میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

تجدد الشئی صار جدیدا و اجدہ و جددہ و استجدہ ای صیرہ جدیدا (۲)

تجدد اس چیز کو کہتے ہیں جو نئی ہو جائے اسی سے اجدہ، جددہ، اور استجدہ ہے، یعنی کسی چیز کو جدید بنانا۔

تجدد کا اصطلاحی مفہوم

پروفیسر خورشید احمد تجدد کے اصطلاحی مفہوم یوں لکھتے ہیں:

وہ کوشش ہے جو زمانے کے تقاضوں کے نام پر خود دین کو بدل ڈالنے کے لیے کی جاتی ہے۔ (۳)

ڈاکٹر محمد امین تجدد کے اصطلاحی مفہوم یوں لکھتے ہیں:

تجدد کا رویہ یہ ہے کہ کچھ لوگ دوسری قوموں اور تہذیبوں کے افکار و اعمال سے متاثر ہو جاتے ہیں انہیں اپنے فکر و عمل سے اچھا اور اعلیٰ و برتر سمجھنے لگتے ہیں کہ انہیں اسلامی لباس پہنا کر اختیار کر لیا جائے۔ (۴)

تجدید کا لغوی مفہوم

ابن منظور تجدید کا لغوی معنٰی لکھتے ہیں:

جدد۔ صیر جدیدا
نیا بنانا۔ (۵)

۱۔ لوئیس معلوف۔ المنجد فی اللغۃ والادب والعلوم۔ بیروت، المکتبۃ الکاثولیکیۃ، الطبعۃ الجدید، ۱۹۵۶ء: ص ۸۷
۲۔ الرازی۔ محمد بن ابوبکر، مختار الصحاح، بیروت، مکتبہ لبنان، ۱۹۸۵ء: ص ۲۹
۳۔ خورشید احمد۔ پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، کراچی یونیورسٹی، س ن: ص ۱۱۷
۴۔ محمد امین ڈاکٹر۔ اسلام اور تجدد پسندی۔ مشمولہ الشریعہ، (مدیر: محمد عمار خان ناصر) جلد ۱۲، شمارہ ۱۲، گوجرانوالہ، الشریعہ اکیڈمی، دسمبر ۲۰۰۵ء: ص ۳
۵۔ جبران مسعود۔ الرائد، بیروت، دار العلم للملایین، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۶۴ء: ص ۵۰۳

لوئیس معلوف تجدید کا لغوی معنٰی یوں لکھتے ہیں:

جددو اجد الشیئی۔صیرہ جدیدا نیا کرنا۔اجد ثوبا نیا کپڑا پہننا۔[۶]

تجدید کا اصطلاحی مفہوم

پروفیسر خورشید احمد تجدید کے لغوی معنٰی یوں لکھتے ہیں:

تجدید کے ذریعے سے ہر زمانے میں دین کی تعلیمات اور زندگی کے بہاؤ کے درمیان تعلق اور رابطہ گہرا ہوجاتا ہے اور زندگی کا دریا اسلام کی شاہرہ سے ہٹ کر چلنے نہیں پاتا۔[۷]

پروفیسر محمد دین لکھتے ہیں:

اسلام کو اصل قرار دے کر تغیرات زمانہ اور اس کے تقاضوں کو اسلام کے مطابق ڈھال دیا جائے منزل مقصود دہی برقرار رکھی جائے جسے اسلام نے قائم کیا ہے اور بدلے ہوئے حالات میں اس منزل تک پہنچنے کے لیے اجتہاد کے ذریعے سے کوئی نیا اور مناسب طریق اور راستہ دریافت کیا جائے ایسی کوشش کا نام تجدید ہے۔[۸]

ان تمام اقوال کی روشنی میں تجدید نام ہے ان مخلصانہ کوششوں کا جو دین اور دنیا میں شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے کی جاتی ہیں ہر دور میں مجتہد حضرات زمانے کے تقاضوں کے مطابق نئے نئے پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ اسلام کے کسی چھوٹے سے چھوٹے جز کو بھی اس کی اصلی حالت سے بدلا نہیں جاتا بل کہ حالات وواقعات کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اگر زمانے کے مطابق ڈھالنا ہی مقصد ہوتا تو پھر ہمارے نبی کریم ﷺ نے زمانے سے ٹکر کیوں لی۔ان کے جلیل القدر صحابہؓ نے بے انتہا سختیاں کیوں جھیلیں؟آخر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مخالفین زکاۃ کے خلاف جہاد کیوں کیا؟اگر چاہتے تو وہ بھی دین میں تبدیلی کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا

۶۔ لوئیس معلوف۔ المنجد فی اللغۃ والادب والعلوم، ص۸۷

۷۔ خورشید احمد، پروفیسر۔ اسلامی نظریہ حیات، ص۱۱۷

۸۔ محمد دین قاسم، پروفیسر عورت، پردہ اور جدید دور کے مسائل، مشمولہ الاعتصام (مدیر: حافظ عبدالوحید)، لاہور: مکتبۃ السلفیہ، نومبر ۱۹۸۵ء جلد ۳۷، شمارہ ۱۶: ص ۱۳

بل کہ انہیں اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آگیا جس کا حل قرآن و سنت میں نہیں ملا تو اپنی مرضی سے فیصلہ نہیں کیا بل کہ اہل علم حضرات سے مشورہ کر کے اسلامی اصولوں کے مطابق ایسا فیصلہ کیا جو اسلام کے کسی اصول سے متعارض نہ ہو اس کو تجدید کہتے ہیں تجدید کے دروازے ہر دور میں کھلے رہتے ہیں اور کھلے رہیں گے، لیکن تجدد کی اجازت نہیں۔

تجدد اور تجدید میں فرق

سید ابوالاعلیٰ مودودی تجدد اور تجدید کا فرق واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

عموماً لوگ تجدد اور تجدید میں فرق نہیں کرتے اور سادہ لوحی سے ہر متجدد کو مجدد کہنے لگتے ہیں ان کا گمان یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو نیا طریقہ نکالے اور اس کو زور سے چلا دے وہ مجدد ہوتا ہے، خصوصاً جو لوگ کسی مسلمان قوم کو بر سر انحطاط دیکھ کر اس کو دنیوی حیثیت سے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے زمانے کی بر سر عروج جاہلیت سے مصالحت کر کے اسلام اور جاہلیت کا ایک نیا مخلوطہ تیار کر دیتے ہیں یا فقط نام باقی رکھ کر اس قوم کو پورے جاہلیت کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں ان کو مجدد کے خطاب سے نواز دیا جاتا ہے۔ حال آں کہ وہ مجدد نہیں بل کہ متجدد ہوتے ہیں ان کا کام جاہلیت سے مصالحت کی سورتیں نکالنے کا نام تجدید نہیں ہے اور نہ ہی اسلام اور جاہلیت کا کوئی نیا مرکب بنانا تجدید ہے بل کہ دراصل تجدید کا کام یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت کے تمام اجزاء سے چھانٹ کر الگ کیا جائے اور کسی نہ کسی حد تک اس کو اپنی خالص صورت میں پھر سے فروغ دینے کی کوشش کی جائے اس لحاظ سے مجدد جاہلیت کے مقابلے میں سخت غیر مصالحت پسند آدمی ہوتا ہے اور کسی خفیف سے خفیف جز میں بھی جاہلیت کی موجودگی کا روادار نہیں ہوتا۔[۹]

اسی طرح مولانا نعیم صدیقی تجدید و تجدد کے فرق کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

نظریاتی اور تحریکی تمدنوں میں دو طرح کی حرکات جاری رہتی ہیں ایک تجدد کی دوسرے تجدید کی، تجدد کی حرکات اساسی اصولوں کو حالات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے سرگرم ہوتی ہیں اور تجدید کی حرکات حالات کے مقابلے میں اصول کے تقاضوں کو

۹ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تجدید احیاء دین، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۸ء، ص ۴۴

غالب کرنا چاہتی ہیں۔ ایک طرف تاریخی عوامل کو اپنی زمام سونپ دینے کا رجحان ہے دوسری طرف تاریخی عوامل کی زمام اپنے ہاتھ میں لے کر حالات کو حسب منشا بدلنے اور وقت کے دھارے کا رخ موڑ دینے کا جذبہ ہے ان دونوں حرکتوں کی توضیح ہم اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ تجدد اعتقادی و اخلاقی اصولوں کو مادی عوامل کے سامنے جھکا دینا چاہتا ہے اور تجدید مادیت کے مقابلے میں روحانی قدروں کو غالب رکھنا چاہتی ہے، تجدد کا عنوان شرعی اصطلاح میں بدعت ہے اور تجدید راہ سنت ہے۔[10]

گویا دین و دنیا میں شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے مخلصانہ کوششوں کا نام تجدید ہے۔ حالات و واقعات کو اسلام کے مطابق کیا جاتا ہے اسلامی اصولوں کو تبدیل نہیں کیا جاتا یہ تو وحی الٰہی پر مبنی ہیں اور ان میں دوام ہے اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمادیا تھا کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج لاکر رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آؤں گا، آپ ﷺ نے پتھر کھائے، وطن کو خیرباد کیا، جنگیں لڑیں، دوسروں کو اپنے رنگ میں رنگا ہے نہ کہ خود ان کے رنگ میں رنگے گئے آج خرابی یہی ہے کہ ہم نے غیروں کی نقالی اور تقلید شروع کردی ہے اور پھر اس سے بڑی بات یہ ہے کہ غیروں کے افکار و نظریات جو غیر اسلامی ہیں انہیں اسلامی رنگ دینا شروع کردیا اور یہی تجدد ہے۔

متجددانہ فکر کا آغاز وارتقا

تجدد پسندی کا فتنہ بظاہر تو نیا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً کافی پرانا ہے اس کی ابتدا حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہو چکی تھی جس وقت حرقوص بن زہیر (ذوالخویصرہ) نے نبی کریم ﷺ کے تقسیم مال پر اعتبار نہ تے ہوئے عقلی طور پر اسے رد کردیا فتح حنین کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت ایمان لانے والوں کی تالیف قلب کی خاطر کچھ زیادہ جود و سخا اور کرم نوازی کا مظاہرہ فرمایا تو حرقوص بن زہیر (ذوالخویصرہ) کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

یارسول اللہ ﷺ اعدل: فقال و ھلک و من یعدل اذ لم اعدل قد خبت و خسرت ان لم اکن اعدل

۱۰۔ نعیم صدیقی۔ معرکہ دین و سیاست۔ لاہور، ادارہ معارف اسلامی ۱۹۸۹ء: ص ۱۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی یہ گستاخی برداشت نہ کر سکے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ۔[11]

قرآن میں اس واقعہ کا یوں تذکرہ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾[12]

یہ پہلا واقعہ تھا کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی آپ ﷺ کی بات کو عقل کے رازو میں تول کر رد کر دیا گیا نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد یہود و نصاریٰ نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور مختلف قسم کے فتنے برپا کیے تاکہ وہ اسلام کو نقصان پہنچائیں یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۔[13]

یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی کر لو، کہہ دو کہ اللہ کی رہ نمائی ہی حقیقی رہ نمائی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾[14]

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ دوست مت بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جس نے ان سے دوستی کی، اس کا تعلق ان ہی سے ہوگا۔ بیشک اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست پر نہیں لاتا۔

۱۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام۔ الجامع الصحیح، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام: رقم ۳۶۱۱

۱۲۔ التوبۃ: ۵۸

۱۳۔ البقرۃ: ۱۲۰

۱۴۔ المائدۃ: ۵۱

یہودیت اور نصرانیت نے اسلام کے خلاف خوب سازشیں کیں، یہاں تک کہ ایک قبیلے کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ زکاۃ کی فرضیت کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات سے تھا، نبی کریم ﷺ کے بعد حکم بھی باقی نہ رہا ختم نبوت پر وار کرتے ہوئے چہار اطراف سے نبوت کے دعوے کیے گئے، ان ہی ایام میں یمن کے صنعائی یہودی "جہود" نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا اور اپنا نام عبداللہ ابن سبا رکھا۔ یہ پہلا یہودی شخص تھا جس نے پیغمبر اسلام ﷺ اور صحابہؓ کی عیب جوئی کی، حضرت عثمانؓ نے اس کو مدینے سے نکال دیا۔ اس نے کوفہ، بصرہ، شام کا دورہ کیا اور ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔

انعام اللہ جان کے مطابق اس کی تحریک کے بنیادی عناصر درج ذیل تھے:

۱۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف جھوٹے الزامات لگا کر لوگوں کے سامنے ان کی عدالت اور معیار و وقار کو گرانا۔

۲۔ پیغمبر خدا ﷺ کی طرف جھوٹے بیانات منسوب کرنا۔

۳۔ مفہوم قرآنی کے تعین کے لیے نبی کریم ﷺ کی تشریحات کی ضرورت نہیں بل کہ اپنی من مانی اور خواہش کے مطابق قرآن پاک کے مطالب بیان کرنا۔

۴۔ ان عقائد کی ترویج کر کے مسلمانوں کے اتحاد کا پارہ پارہ کرنا اور ان کو آپس میں لڑانا، تاکہ اسلامی قوت تہس نہس ہو جائے اور یہودیت کا پھر سے غلبہ ہو جائے۔ (۱۵)

چناں چہ اسی طرح کے اختلافات مختلف مذاہب کے ظہور کے لیے نقطۂ آغاز قرار پائے۔ جن میں خوارج اور معتزلہ بھی نمایاں ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی خوارج اور معتزلہ کے بارے لکھتے ہیں:

ان دونوں فتنوں کی غرض و تکنیک مشترک تھی۔ ان کی غرض یہ تھی کہ قرآن کو اس کے لانے والے کی قومی و عملی تشریح و توضیح سے اور اس نظام فکر و عمل سے جو خدا کے پیغمبر ﷺ نے اپنی رہ نمائی میں مقرر کر دیا تھا الگ کر کے مجرد ایک کتاب کی حیثیت سے لے لیا جائے اور پھر اس کی من مانی تاویلات کر کے ایک دوسرا نظام بنا ڈالا جائے جس پر اسلام کا لیبل چسپاں ہو۔"(۱۶)

۱۵۔ انعام اللہ جان۔ یہودی سازشیں اور فتنہ انکار حدیث۔ پشاور مکتبہ اسلامیہ، س ن: ص ۳۷

۱۶۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید۔ سنت کی آئینی حیثیت، لاہور اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۵ء: ص ۱۴

مندرجہ بالا بحث سے اس بات کا بہ خوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ اسلام میں تجدد پسندی کی تحریک کے پیچھے یہودی سوچ کار فرما تھی جو اسلام کے بارہ میں شکوک و شبہات پیدا کر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے۔ پھر جب یونانی فلسفہ عربی میں منتقل ہوا تو عرب لوگ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور خوارج اور معتزلہ کی شکل میں عقل پرستوں نے جنم لیا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ تجدد پسندی کی تحریک کے جراثیم برصغیر میں داخل ہوئے اور مرعوبانہ اور شکست خوردہ ذہنیت رکھنے والے مسلم متجددین نے اسلام دشمنوں کے اشارے پر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے جن کی اعدائے اسلام ان سے امید لگائے ہوئے تھے۔

برصغیر میں متجددانہ فکر کا آغاز وارتقا

تاریخی لحاظ سے دیکھیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ابتدا ہی سے حق کے مقابلے میں باطل اور نور کے بالمقابل ظلم برسرِ پے کار رہا ہے، حضرت آدمؑ کے مقابلے میں ابلیس کھڑا ہوگیا، حضرت ابراہیمؑ کے مقابلے میں نمرود، حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں فرعون تھا، اب قرآن کے مقابلے میں ضروری تھا کہ ظلم کی گھٹا اٹھے اور عقل کی ہر بدلتی ہوئی لہر قرآن کے کناروں کو توڑتی رہے۔ لہٰذا نئے نئے فتنوں نے جنم لیا۔ برصغیر پاک و ہند مختلف اقوام کی آماج گاہ بنا رہا جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مغرب نے اپنے نظام تعلیم سے برصغیر میں اپنے ہم نوا پیدا کیے یہ لوگ اسلامی تعلیمات میں ٹیڑھا پن اپنانے والے تھے۔ لوگوں کی فلاح، آسانی اور سہولت تلاش کرتے ہوئے اسلام کو اس کی روح سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرتے رہے انگریز نے مسلمان حکم رانوں سے حکومت چھینی تھی اس لیے ہر وقت انہیں مزاحمت کا خطرہ رہتا تھا ان کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کے عقائد اور آپس میں اتحاد سے تھا تو اس غرض سے وہ مسلمانوں کو دینی اعتبار سے کچلنا چاہتے تھے، اس سلسلے میں انگریزوں کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مفتی عاشق الٰہی لکھتے ہیں:

> انگریزوں نے جب غیر منقسم ہندوستان میں حکومت کی بنیاد ڈالی تو اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایسے افراد بنائے جو اسلام کے مدعی ہوتے ہوئے اسلام سے منحرف ہوں اس طرح کے لوگوں نے تفسیر کے نام سے کتابیں لکھیں، معجزات کا انکار کیا آیات قرآنیہ کی تحریف کی، بہت سے لوگوں کو انگلینڈ کی ڈگریاں لینے کے لیے بھیجا گیا اور وہاں سے وہ گم راہی، اور

زندیقیت لے کر آئے۔ مستشرقین نے ان کو اسلام سے منحرف کر دیا اسلام پر اعتراضات کیے جو ان کے نفوس پر اثر کر گئے اور علما سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے مستشرقین سے متاثر ہو کر ایمان کھو بیٹھے، انگریزوں نے سکول اور کالجوں میں الحاد اور زندقے کی جو تخم ریزی کی تھی؛ اس کے درخت مضبوط اور بارآور ہو گئے اور ان درختوں کی قلم جہاں لگتی چلی گئی وہیں ملحدین اور زندیق پیدا ہوتے چلے گئے۔"[17]

چناں، چہ ایک طرف مسلمان انحطاط پذیر تھے تو دوسری طرف اہل یورپ سائنسی ترقی جیسی طاقت و قوت کے ساتھ ابھر رہا تھا۔ اہل یورپ احساس برتری کا شکار تھے ایک تو سائنسی ترقی کی وجہ سے دوسرے اس وجہ سے کہ انہوں نے گزرتے وقت کے ساتھ ممالک کو اپنا محکوم بنا لیا تھا اہل یورپ کو اہل اسلام کے ساتھ کچھ خاص دشمنی تھی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مدت تک مسلمان ان پر حاکم رہے تھے اگرچہ انہوں نے اپنے دور حاکمیت میں ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن ان کو پھر بھی ان سے نفرت تھی۔ مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے غم و غصے کے اسباب میں سب سے بڑا سبب مذہبی تعصب اور حلیفانہ انداز فکر تھا جو عیسائی علاقوں پر قبضے کی وجہ سے پیدا ہوا۔

عیسائیوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹا دیا جائے۔ بہ قول مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

انہوں نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے، اسلام کے ماضی کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے اور اسلام کے حال کی طرف سے بے زاری اور اس کے مستقبل سے مایوس کرنے، اسلام اور پیغمبر ﷺ کے بارے میں شکوک شبہات پیدا کرنے اور اصلاح مذہب (تجدد اور جدیدیت) اصلاح قانون اسلامی کے بارے میں سرگرمی سے کام لیا۔[18]

برصغیر پاک و ہند میں بھی جب اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنت انحطاط پذیر ہونا شرع ہوئی تو آہستہ آہستہ یہاں بھی غیر ملکی (مغربی) تسلط قائم ہونے لگا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد مسلمان باقاعدہ طور پر حکومت سے بے دخل ہو گئے انگریز اس جنگ کو بھی

۱۷۔ بلند شہری، عاشق الٰہی، مفتی۔ فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر۔ لاہور ادارہ اسلامیات ۱۹۸۶ء: ص ۷
۱۸۔ ندوی، ابوالحسن، مولانا۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ کراچی مجلس نشریات اسلام ۱۹۷۶ء: ص ۲۳۴

مسلمانوں سے ہی جنگ سمجھتے تھے ابھی وہ صلیبی جنگوں کی وجہ سے ہونے والی ذلت کو نہیں بھولے تھے اوپر سے مسلمانوں کی اس جدوجہد آزادی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

چناں چہ بالجن (Baljon) لکھتا ہے:

It was the mutiny,the sepoy-vevolt in 1857.Which become the decisive event for the intitation of a real reorientation of the Indian Muslims(19).

یعنی انہوں نے مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں شکست دینے کی ٹھانی، انہوں نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے باقاعدہ ایک تحریک شروع کی اس تحریک کا نصب العین یہ تھا کہ اسلام نہیں تو کم از کم مسلمانوں کو ضرور بدل دیا جائے اگرچہ پہلے انہوں نے بہ راہ راست مذہب پر حملہ کیا لیکن چوں کہ لوگ مذہب کے بارے میں بہت حساس ہوتے ہیں چناں چہ اپنے لائحہ عمل میں تبدیلی پیدا کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ مسلمانوں کو بدل دیا جائے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دو طرح کا طرز عمل اختیار کیا گیا۔

۱۔ مسلمانوں کے ان افراد کو جو حقیقتاً تاج برطانیہ کے ہم نوا تھے، انہیں نہ صرف انگریزی تعلیم دلوائی بل کہ مغرب میں بھیج کر ان کے ذہن کی صحیح آب یاری کی وہ لوگ مغرب کی چکاچوند دیکھ کر مسحور ہوگئے یہ لوگ بہ جائے اس کے کہ غلامی کی زنجیروں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے، الٹا اس کے گیت گانے لگے اور مسلمانوں کی ترقی کو حکومت برطانیہ سے وفاداری میں مضمر جاننے لگے اور ان کا غالب گمان یہ تھا کہ برطانوی حکومت ایک ایسی طاقت ہے جس کی راہ میں کوئی مزاحمت نہیں ہوسکتی۔

ایک انگریز مصنف اس قسم کی ایک شخصیت نواب عبداللطیف کے بارے میں لکھتا ہے:

He was convinced that the British Raj was too powerful to be resisted and too use ful to be ignored.The muslim who wanted to "get ahead" should align himself with it, and share in the apportunities which it was opening up to an

---

۱۹۔Baljon ,J.M.S. Modern muslim koran interpretation ,leiden: E .J. brill, leiden , 1961,p3

indigenous middle class[۲۰].

۲۔ دوسرے طرزِ عمل کے تحت انہوں نے پورے برصغیر میں ایسا نظامِ تعلیم نافذ کر دیا تھا کہ اس نظام کے تحت تعلیم حاصل کرنے والوں کی تمام ہمدردیاں اس نظام کو رائج کرنے والوں کے ساتھ ہو جائیں تھیں چناں چہ وہ قوم جنہوں نے اعلیٰ معیار تعلیم قائم کیا تھا اسے جاہل بنایا گیا اور پھر اس میں ایک طبقے کو ایک ایسی تعلیم دی گئی جس کے نتیجے کے طور پر اس نے اپنی خودی کو بیچ کر دوسروں کی جاگیری میں اپنی معراج سمجھی۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

> اس نظام (تعلیم) کا مقصد یہ تھا کہ اس برصغیر کے رہنے والے اپنی روایات کو بھول جائیں اپنی اقدار کے باغی ہوں اور سامراجی اقوام کے ذہن سے سوچنے، اس کی آنکھوں سے دیکھنے اور اس کی زبان سے بولنے لگیں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کی اقوام برطانوی روایات، برطانوی تاریخ، برطانوی ادب سے روشناس ہوں اور اپنی تاریخ، اپنے ادب اور اپنی روایات کو بھول جائیں۔[۲۱]

یہ مغربی نظام تعلیم در حقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہری لیکن خاموش نسل کشی کے مترادف تھا مغربی مفکرین نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقے کو چھوڑ کر اس کو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا۔

اس مغربی نظام تعلیم کا مقصد ہی یہ ہے کہ اسلام کو اس کے پیروکاروں کے سامنے بدلی ہوئی شکل میں پیش کیا جائے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب میں محمد اسد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

> مغربی ادبیات کی تعلیم کا انجام اس شکل میں جو اس وقت اکثر اسلامی اداروں میں رائج ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام مسلمان نوجوانوں کی نگاہ میں ایک اجنبی چیز بن جائے۔[۲۲]

مغرب کے تسلط اور ان کے اس نظام تعلیم نے برصغیر میں ایسے بہت سے لوگ پیدا کر لیے تھے جو ان کے ہم نوا تھے اور اسلامی تعلیمات اور اقدار میں کجی ڈھونڈنے والے تھے، بعض نے اسلام کے عقائد و احکام کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا۔ جو عقل کے معیار پر بات اترتی قبول کرتے جو نہ اترتی رد کر دیتے یہ

۲۰۔ Smith, Wilfred Cantwell, Modern islam in India ,Lahore:Ripon printing press,1984,p3

۲۱۔ خورشید احمد، پروفیسر۔ نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، لاہور۔ شرکت پرنٹنگ پریس ۱۹۸۷ء: ص ۳۶

۲۲۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش: ص ۸۳۔۸۴

لوگ انگریز کے خوشہ چیں تھے۔ احساس کمتری میں مبتلا یہ لوگ اپنے شاندار ماضی پر فخر کرنے کی بہ جائے الٹا معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے۔

مغرب زدہ اس طبقے کی نمایاں شخصیت سرسید احمد خان کی تھی جو مغربی تہذیب اور مغربی تعلیم کے دل دادہ تھے انہوں نے اسلام کو جدید تہذیب سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ایک انگریز لکھتا ہے:

> "Sayyid Ahmad Khan, it was he arround whom the entire movement gathered[۲۳]".

چناں چہ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ برصغیر میں مسلمانوں کو ان متجددین سے خطرہ تھا جو اسلام دشمن اور مسلمانوں کے دوست تھے۔ ان متجددین کی نظر میں اسلام کے قدیم اصول جدید متردیات کو پورا نہیں کر سکتے تھے اس اصول کے تحت برصغیر میں مختلف تحریکوں نے جنم لیا، کسی نے نماز، زکاۃ اور جہاد کا انکار کیا اور کسی نے معجزات کا، اور عقل محض کا نعرہ لگایا کہ جو چیز عقل میں آسکتی ہے اسی کو تسلیم کیا جائے گا کیوں کہ دین اسلام عقل کے خلاف نہیں ہو سکتا یہ ایک فطری دین ہے اور فطرت عقل کے مطابق ہوتی ہے۔

برصغیر میں تجدد پسندانہ سلسلوں کو تاریخی ترتیب سے بیان کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

> اس طرح فنا کے گھاٹ اتر کر یہ انکار سنت کا فتنہ کئی صدیوں تک اپنی شمشان بھومی میں پڑا رہا، یہاں تک کہ تیرھویں صدی ہجری میں پھر جی اٹھا اس نے پہلا جنم عراق میں لیا تھا اب دوسرا جنم اس نے ہندوستان میں لیا یہاں اس کی ابتداء کرنے والے سرسید احمد خان اور مولوی چراغ علی تھے، پھر عبداللہ چکڑالوی اس کے علم بردار بنے، اس کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری نے اس کا بیڑا اٹھایا پھر مولانا اسلم جیراج پوری اسے لے کر آگے بڑھے اور آخر کار اس کی ریاست چوہدری غلام احمد پرویز کے حصے میں آئی، جنھوں نے اس کو ضلالت کی انتہا تک پہنچا دیا۔[۲۴]

23- Smith, Wilfred Cantwell, Modern islam in India,P6

۲۴۔ سنت کی آئینی حیثیت: ص ۱۶

اسبابِ تجدد اور متجددین کے فکری مآخذ

تجدد پسندی کے درج ذیل اسباب ہیں:

برطانوی سامراج کی سازش: انگریزوں نے جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ ایسے لوگ تلاش کیے جائیں جنہوں نے مختلف دینی احکام سے انحراف کے راستے تلاش کیے جیساکہ محمد عاشق الٰہی کی اس تحریر سے واضح ہوتا ہے:

انگریزوں نے جب غیر منقسم ہندوستان میں حکومت کی بنیاد ڈالی تو اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایسے افراد بنائے جو اسلام کے مدعی ہوتے ہوئے اسلام سے منحرف ہوں۔ (۲۵)

موضوع بحث کا غموض وعمق

ہر شخص کا طرز فہم اور ادراک یک ساں انداز کا نہیں ہوتا لہٰذا بعض اوقات موضوع میں اختلاف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھ نہیں پاتے بحث دقیق وعمق نہیں ہوتی۔

ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

ہر انسان حق کی ایک جہت وجانب کو ہی پاسکتا ہے کامل حق کو نہیں۔ (۲۶)

اختلاف میلان ورجحان

رجحان ومیلان کا اختلاف بھی ایک سبب ہے انسانی زندگی کے بارے میں لوگوں کے بیان مختلف رجحانات پائے جاتے ہیں ان کی بنا پر ہر شخص کا طرز فکر ونظر اسی رجحان کے تابع ہوتا ہے اور اس کے افکار وآرا اسی جانب جاری وساری رہتے ہیں۔ (۲۷)

خواہشات نفس کی پیروی

بعض حضرات نے حدیث کا انکار کر دیا یعنی نہ سنت ہوگی اور نہ ہی ہمیں اپنے کسی عمل پر ندامت ہوگی اور مسلمان کہلانے کے لیے قرآن کریم کا اقرار کر لیا جائے، کیوں کہ قرآن کریم ایک اصولی اور قانونی

۲۵۔ بلند شہری، عاشق الٰہی، مفتی۔ فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر: ص۹

۲۶۔ ابوزہرہ المصری، شیخ۔ المذاہب الاسلامیہ۔ غلام احمد حریری (مترجم) فیصل آباد، ملک سنز تاجران کتب، طبع سوم، س ن: ص ۵۸

۲۷۔ ایضاً: ص ۲۵

کتاب ہے اس کی حیثیت ایک دستور اساسی کی ہے جو زیادہ تر اصول اور کلیات پر مشتمل ہے جس میں ایجاز اور اجمال کی وجہ تاویل کی گنجائش ہے اور احادیث نبوی ﷺ جو قرآن مجید کی اصول اور کلیات کی تفصیل ہیں قدم قدم پر خواہشات نفسانیہ کی پیروی میں رکاوٹ ہیں، نیز ان میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

سطحی تعلیم اور جہالت

تجدد پسندی کا ایک اہم سبب کم علمی اور جہالت ہے، جب یہ حضرات مخالفین کے اعتراضات سنتے ہیں تو چوں کہ علم دینیہ میں ناپختہ ہوتے ہیں اس لیے درست جواب نہیں دے پاتے اور ایک نئے راستے کی تلاش کے درپے ہوجاتے ہیں۔

عقل کو معیار بنانا

تجدد پسندی کا ایک اہم سبب ہر مسئلہ اور ہر چیز کی کسوٹی "عقل" کو قرار دینا ہے، یہ مسلمہ بات ہے کہ جب بھی کسی گروہ نے نئی نئی باتیں ایجاد کیں تو معیار عقل، مشاہدہ اور فکر کو بنایا اور مسلمات سے انحراف کیا ایسے لوگوں نے کامل نبی ﷺ کو اپنی عقل سے گرادیا (نعوذ باللہ) اور ہر بات عقل کی کسوٹی پر پرکھی تو جو عقل نے کہا قبول کیا باقی سب رد کردیا خواہ اس مقام پر عقل عام ہی کیوں نہ ہو۔

ذہنی مرعوبیت اور پست ہمتی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز مسلمانوں کو انتقامی کاروائیوں کا نشانہ بنانے لگے انہیں صرف دو چیزیں آڑے تھیں، ایک مسلمانوں کی اپنے بنیادی عقائد سے وابستگی اور دوسرا آپس میں اتحاد، توانہوں نے اسلامی عقائد سے دوری اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ایسے افراد تیار کیے جو اسلام کے مدعی ہوتے ہوئے بھی اسلام سے منحرف تھے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

> تیرھویں صدی ہجری میں یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا جب کہ مسلمان ہر میدان میں پٹ چکے تھے ان کے اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بجائی جاچکی تھی، ان کے ملک پر دشمنوں کا قبضہ ہوچکا تھا معاشی حیثیت سے بری طرح کچل ڈالا گیا تھا، ان کا نظام تعلیم درہم برہم کردیا گیا تھا اور ان پر فاتح قوم نے اپنی تعلیم، اپنی تہذیب، اپنی زبان، اپنے قوانین اور اپنے اجتماعی وسیاسی اور معاشی

اداروں کو پوری طرح مسلط کر دیا تھا۔ان حالات میں جب مسلمانوں کو فاتحین کے فلسفے وسائنس اور ان کے قوانین اور تہذیبی اصولوں سے سابقہ پیش آیا تو قدیم زمانے کے معتزلہ کی بہ نسبت ہزار درجے زیادہ سخت مرعوب ذہن رکھنے والے معتزلہ ان کے اندر پیدا ہونے لگے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مغرب سے جو نظریات جو افکار و تخیلات، جو اصول تہذیب و تمدن اور جو قوانین حیات آرہے ہیں وہ سراسر معقول ہیں،ان پر اسلام کے نقطہ نظر سے تنقید کر کے حق و باطل کا فیصلہ کرنا محض تاریک خیالی ہے زمانے کے ساتھ چلنے کی صورت بس یہ ہے کہ اسلام کو کسی نہ کسی طرح ان کے مطابق ڈھال دیا جائے۔ (۲۸)

متجددین کا مختصر تعارف

ہندوستان میں عقلی تعبیر پسندی کے نشانات کے نقطہ آغاز کے حوالے سے متعدّد ہستیاں سامنے آتی ہیں جن کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

۱۔ عبدالرحیم گورکھپوری

یہ شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں میں سے تھے، ان کی ذہانت و طباعت دیکھ کر شاہ صاحب بھی کہا کرتے تھے کہ تمھاری ذہانت کے پیچھے دہریت کھڑی نظر آتی ہے، چناں چہ ایسا ہی ہوا، چند ہی دنوں بعد دہری ہوگئے، اللہ کے وجود پر ایک سو سترہ اعتراضات کیے تھے۔ جن کی نسبت یہ دعویٰ تھا کہ تمام دنیا کے عقلا بھی اکٹھے ہوجائیں تو بھی جواب نہیں دے سکتے۔ آپ کا نظریہ تھا کہ مسلمانوں نے ترقی و تقدم کے راستوں پر چلنا ہے تو انہیں بہ ہر حال علوم قدیمہ چھوڑنا ہوں گے، مغربی تہذیب و تمدن کے سیلابی ریلوں سے تصادم و تراجم کی بہ جائے تحالف و مودت کی پالیسی اختیار کرنا ہوگی۔ کیوں کہ اب ہندوستان کی قسمت انگریزوں سے وابستہ ہو چکی ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ تمام بقیہ حصص بھی کابل تک انگریزوں کے قبضے میں آجائیں گے۔ (۲۹)

۲۔ سرسید احمد خان

سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اسلام کو عیسائیت سے ہم

۲۸۔ مودودی۔ سنت کی آئینی حیثیت: ص ۱۷

۲۹۔ ابوالکلام آزاد۔ خود نوشت۔ آزاد کشمیر، ارشد بک سیلرز ۱۹۹۰ء: ص ۲۷۴

آہنگ کرنے کے لیے اسلام کو ایسی شکل میں پیش کیا کہ جس پر مشنری کوئی اعتراض نہ کر سکیں اور جو نیچرل سائنس اور فلسفے کے مطابق ہو۔ بہ قول شیخ محمد اکرم:

> سرسید کی مذہبی تصنیفات کا مقصد مشنریوں کے مقابلے سے زیادہ ان اعتراضات کی تردید تھا جو ولیم میور، دوسرے مصنف اور خود مشنری اسلام پر کیا کرتے تھے اس مقصد کے لیے سرسید نے اسلام کی ایسی ترجمانی کی جس پر نیچرل سائنس اور فلسفے کی رو سے کوئی اعتراض نہ ہو سکے اور مسلمانوں کو موجودہ زمانے میں اپنے عیسائی حاکموں کے ساتھ بالخصوص ربط ضبط رکھنے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ [۳۰]

۳۔ غلام احمد قادیانی

(۱۸۳۵ء۔ ۱۹۰۸ء) قادیان، ضلع گورداس پور جائے پیدائش ہے ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور مسیح موعود کا دعویٰ کیا، لاہور میں فوت ہوا اور قادیان (بھارت) میں تدفین ہوئی۔

۴۔ مولوی چراغ علی

(۱۸۴۴ء۔ ۱۸۹۵ء) سرسید احمد خان کے بعد آپ کے خاص رفیق کار اور آپ پر سب سے زیادہ اثر رکھنے والے شخص چراغ علی ہیں مولوی چراغ علی سرسید احمد خان سے زیادہ متجدد اور اپنے چند افکار میں عالمانہ پختگی کی وجہ سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ عالم اسلام کے مختلف حصوں میں ترک انقلاب کے زیر اثر تجدد کی جو لہر چلی تھی اس سے عرب دنیا کے دانشور بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے لیکن چراغ علی جن عرب دانشوروں سے متاثر ہوئے تھے ان میں مصری سیاح مغرب رفاتک الطحطاوی، بیروت کے سیف آفندی، تیونس کے جدید پسند و مدبر خیر الدین پاشا اور شامی صحافی اور نقاد ادب احمد فارس الشدیاق قابل ذکر ہیں۔ ان مصنفین کا حوالہ مولوی چراغ علی نے اپنے ایک مضمون محررہ ۱۸۸۰ء میں دیا ہے جس سے سر سید احمد خان بہت متاثر تھے۔ [۳۱]

مولوی چراغ علی لکھتے ہیں:

۳۰۔ محمد اکرم، شیخ۔ موج کوثر، لاہور مرکنٹائل پریس ۱۹۴۰ء: ص ۴۶

۳۱۔ سرسید احمد خان۔ تہذیب الاخلاق، لاہور منشی فضل الدین مصطفائی پریس ۱۸۹۵ء: ج ۳، ص ۸۷

حضرت محمد ﷺ نے نہ کوئی ضابطہ قانونی، سماجی یا دینی مرتب کیا اور نہ مسلمانوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا انہوں نے معاشرتی یا شریعت کے ضابطہ قانون بنانے کا عمل لوگوں پر چھوڑ دیا تھا اور ایسے نظام قائم کرنے کی اجازت دی تھی جو ان کے گرد و پیش ہونے والے سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں سے، وقت کے تقاضے کے مطابق ہم آہنگی پیدا کر سکے، کیوں کہ کلاسیکل اسلامی قانون بنیادی طور پر شریعت نہیں ہے بل کہ وہ عام رواجی قانون ہے اس کے اندر ایام جاہلیت کے عربی اداروں کے باقی ماندہ عناصر شامل ہیں یا وہ زبانی احادیث میں جو پیغمبر اسلام ﷺ سے منسوب کر دی گئی ہیں جس میں اکثر جعلی ہیں یا اس میں انسانیت کا خیال، عقل، عام فہمی اور اخلاقی صحت مندی اور سماجی آسانی کے اصول بھی ہیں۔ (۳۲)

۵۔ سید امیر علی

(۱۸۴۹ء۔ ۱۹۲۸ء) سید امیر علی بنگال کے ایک گاؤں چنسورہ میں پیدا ہوئے ۱۸۷۳ء میں بیرسٹرایٹ کا امتحان پاس کر کے ہندوستان واپس آئے اور کلکتے میں پریکٹس شروع کی۔ (۳۳)

سید امیر علی اپنی تحقیقی و علمی افتاد طبع کی خود وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں خود اس گمنام فرقہ معتزلہ سے ہوں جو فلسفیت اور تشرع و تفقہ کے اعتبار سے کسی فرقہ سے کم نہیں ہے۔ (۳۴)

۶۔ عبداللہ چکڑالوی

آپ ضلع گورداسپور کے موضع چکڑالہ میں پیدا ہوئے اور اس نسبت سے چکڑالوی کہلاتے ہیں۔ آپ ایک الگ فرقے مسمی "اہل قرآن" کے بانی تھے اور آپ کا تبلیغی مرکز لاہور تھا۔ پہلے پہل اہل حدیث اور متبع سنت تھے بعد میں حجیت حدیث سے انکار ہی نہیں کیا بل کہ اسے شرک فی الکتاب قرار دینے لگے۔ وہ کہتے ہیں:

۳۲۔ چراغ علی، مولوی۔ تحقیق الجہاد، کلکتہ پریس ۱۸۸۰ء: ص ۷۸

۳۳۔ موج کوثر: ص ۱۶۹

۳۴۔ امیر علی، سید۔ جامع الاحکام فی فقہ الاسلام، لاہور قانونی کتب خانہ ۱۴۰۲ھ: ص ۶

کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو مانا جاتا ہے اس طرح کسی اور کتاب یا شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں مانا جائے خواہ فرضاً جملہ رسل و انبیاء کا قول یا فعل ہی کیوں نہ ہو جس طرح شرک موجب عذاب ہے اسی طرح مطابق (ان الحکم الا اللہ) اور (لا یشرک فی حکمہ احدا) کے شرک فی الحکم یعنی دین میں اللہ کے حکم کے سوا اور کسی کا حکم ماننا بھی اعمال کا باطل کرنے والا باعث دائمی عذاب ہے افسوس شرک فی الحکم میں آج کل اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ (۳۵)

۷۔ احمد دین امرتسری

(۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۶ء) متجددین میں سے ایک کا نام احمد دین امرتسری کا ہے۔ ۱۹۲۴ء یا ۲۵ء میں امرتسر میں خواجہ احمد دین نے چند دوستوں کی مدد سے امت مسلمہ کی بنیاد ڈالی اور ایک ماہنامہ "البیان" جاری کیا جس کا مقصد عبداللہ چکڑالوی کے مسلک کو زندہ کرنا تھا۔

۸۔ مولوی محمد علی

(۱۸۷۴ء۔ ۱۹۵۱ء) پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں ایم اے انگلش اور ایل ایل بی کیا پاس کیا۔ ۱۸۹۹ء میں احمدیہ تحریک میں شامل ہوگئے۔

۹۔ حافظ اسلم جیراج پوری

(۱۸۸۱ء۔ ۱۹۵۵ء) حافظ اسلم جیراج پوری ضلع اعظم گڑھ (یوپی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نظر میں حدیث کی اہمیت تاریخ سے کچھ زیادہ نہیں بالفاظ دیگر کوئی شخص بھی موجودہ مجموعہ احادیث میں سے اگر کوئی حدیث قبول کرنا چاہے تو وہ محض اس کی پسند اور مرضی پر منحصر ہے اور اگر رد کر دیتا ہے تو بھی چنداں مضائقہ نہیں۔ (۳۶)

۱۰۔ نیاز احمد فتح پوری

(۱۸۷۷ء۔ ۱۹۶۶ء) فتح پور (بھارت) میں پیدا ہوئے تعلیم کے بعد مختلف رسائل میں بہ طور

۳۵۔ چکڑالوی، عبداللہ۔ ترجمۃ القرآن بآیات القرآن، لاہور مطبعہ اسلامیہ س ن: ص ۹۸

۳۶۔ کیلانی، عبدالرحمن، مولانا۔ آئینہ پرویزیت، لاہور مکتبۃ اسلامیہ س ن: ص ۹۸

ایڈیٹر کام کیا پھر لکھنؤ سے اپنا رسالہ نگار نکالا۔ آپ نے ٹیگور کی کتاب "گیتانجلی" کا اردو ترجمہ کیا، کئی کتابوں کے مصنف تھے آپ پر فلسفے کا رنگ بہت زیادہ غالب تھا، جس کی وجہ سے آپ منکر حدیث ہی نہیں بل کہ منکر قرآن اور منکر اسلام بھی ہو گئے تھے آپ کی کتاب "من و یزدان" آپ کے عقائد و نظریات کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔[۳۷]

۱۱۔ مولانا تمنا عمادی مجیبی

متجددین میں سے ایک نام مولانا تمنا عمادی مجیبی (۱۳۰۵ھ۔ ۱۳۹۴ھ) کا بھی ہے۔ جب پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالے سے علما جو کوشش کر رہے تھے۔ مولانا تمنا نے اس سے متعلق ایک کتاب "اسلامی نظام" لکھی اس کتاب میں بہ جائے اس کے کہ اسلامی نظام حیات کی حمایت کی جائے وہ اس کو ناممکن سمجھ کر کوششیں ترک کرنے کا مشورہ ان الفاظ میں دیتے ہیں:

> آج کل کچھ لوگ خلافت علی منہاج النبوۃ کا نام لیا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ پھر خلافت فاروقی قائم کی جا سکتی ہے۔ وہ یا تو قصداً عوام کو دھوکہ دیتے ہیں یا افیونیوں کی طرح خیالی منصوبہ باندھا کرتے ہیں۔ جب پہلی ہی صدی کے نصف آخر میں اس خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام میں دشواریاں پیدا ہوئیں تو اس وقت جب کہ ہر طرف ماحول ناسازگار ہے بغیر انفرادی و شخصی و خانگی اصلاح عقائد و مساوات و اخلاق و معاملات وہ پاک دینی ماحول کس طرح پیدا ہو سکتا ہے جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھا۔[۳۸]

۱۲۔ غلام احمد پرویز

(۱۹۸۵ء۔ ۱۹۰۳ء) پاکستان میں فتنہ انکار حدیث کی سرپرستی اور آب یاری چوہدری غلام احمد پرویز نے کی۔ نئی نئی کتابیں تصنیف کر کے انگریزی خواں طبقہ کو متاثر کیا مغرب کی جن بدعات کو وہ پسند کرتے ہیں ان کا جواز قرآن پاک کی من مانی تاویل کر کے نکال لیتے حدیث کے مستند مجموعوں کو بل کہ موجودہ اسلام کو وہ عجم کی سازش قرار دے کر مسترد کرتے رہے۔

۳۷۔ آئینہ پرویزیت: ص ۱۲۶

۳۸۔ تمنا عمادی مجیبی، مولانا۔ اسلامی نظام، ڈھاکہ طبع ڈھاکہ ۱۹۵۶ء: ص ۱۰۲

۱۳۔ علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی

علامہ صاحب (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۳ء) خاکسار تحریک کے بانی ہیں۔ یہ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی مغرب کی ترقی سے بے حد متاثر لگتے ہیں ان کے خیال کے مطابق اہل مغرب نے قانون خدا کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے لکھتے ہیں:

> مغرب کی قومیں جو اس وقت تک اہل عرب کی چار سو برس کی تدریس و تعلیم اور مسلمانوں کے عالم آراء غلبے اور حصول علم سے متاثر تھیں۔ قانونِ خدا کو مضبوط پکڑنے میں خود کامیاب ہوگئیں اور قرآن حکیم کی جلالی اور جمالی تعلیم کے دونوں سرے مغرب نے مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیے۔[۳۹]

۱۴۔ ڈاکٹر فضل الرحمن

(۱۹۸۸ء۔ ۱۹۱۹ء) آپ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے درس نظامی سند حاصل کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کرلیا۔ ۱۹۴۶ء میں انگلستان چلے گئے اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں بوعلی سینا کے حوالے سے نفسیات کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، جب پاکستان واپس آئے تو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی صدارت کا زمانہ تھا، یہاں پر پہلے کراچی اور بعد میں اسلام آباد میں ۱۹۶۲ء۔ ۱۹۶۸ء تک چھ سال ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر رہے۔

متجددانہ اندازِ فکر کے اثرات

متجددانہ افکار کے حامل لوگوں نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اپنے اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیوں کہ انہوں نے ان پہلوؤں کو اپنی عقل کے پیمانے میں ناپنا شروع کیا لہٰذا جو چیز عقل کے دائرے میں آتی اس کو قبول کرتے اور جو سمجھ میں نہ آتی رد کر دیتے، یعنی ان صداقتوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے سرے سے ہی انکا انکار کر دیا گیا، جن کی بدولت نئے نئے نظریات وجود میں آئے۔ جن کی مثالیں درج ذیل ہیں:

سرسید احمد خان نے سیرت رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ جن میں سے ایک واقعہ معراج بھی ہے اس سے متعلق ان کا کہنا ہے:

۳۹۔ المشرقی، عنایت اللہ، علامہ۔ حدیث القرآن، لاہور کریسنٹ برقی پریس ۱۳۷۴ھ: ص ۵

معراج کے متعلق جس قدر حدیثیں ہیں، ان میں آں حضرت ﷺ کا بجسدہ جبریلؑ کا ہاتھ پکڑ کر خواہ براق پر سوار ہو کر یا پرند جانور کے گھونسلے میں بیٹھ کر جو درخت میں لٹکا ہوا ہے۔ بیت المقدس تک جانا اور وہاں سے بجسدہ آسمانوں پر تشریف لے جانا یا بہ ذریعہ ایک سیڑھی کے جو آسمانوں تک لگی ہوئی تھی چڑھ جانا، خلاف قانون فطرت ہے اور اس لیے مستبعات عقل میں داخل ہے۔"(۴۰)

اور آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آں حضرت ﷺ کی ولادت کی نسبت بہت سی عجیب روایتیں مشہور ہیں کہ ولادت کی رات کو کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کا مقدس آتش کدہ جس میں سالہا سال سے برابر آگ جلتی چلی آتی تھی دفعتاً بجھ گیا۔ وہاں کے موبدوں نے عجیب عجیب خوابیں دیکھیں اور چشمہ ساوہ دفعتاً خشک ہو گیا۔ مگر ان روایتوں کی معتبری کی قابل اعتماد سندیں نہیں ہیں اور نہ ہی مذہبی روایتیں سمجھی جا سکتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کے سبب اسلام نے رونق پائی اور مسلمانوں کو فتوحات نمایاں حاصل ہوتی گئیں۔ اور تمام مملکت فارس مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوئی اور وہاں کے قدیم آتش کدے برباد ہوئے۔ اور کسریٰ کے محلوں میں زلزلہ ڈال دیا۔ ان واقعات کو جو بعد کو وقوع آئے۔ شاعروں نے اپنے شاعرانہ خیالات میں آں حضرت ﷺ کی ولادت سے منسوب کیا کہ گویا ان کا پیدا ہونا ہی فارس کے آتش کدوں کا بجھنا اور عین روز ولادت ہی سے منسوب کر دیے گئے۔ پس ان روایتوں کو مذہبی روایتیں تصور کرنا ان لوگوں کی غلط فہمی ہے جو مسلمانوں کی مذہبی روایتوں کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔(۴۱)

حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں لکھتے ہیں:

خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کے ایک کونے میں نصب ہونے کے بعد بھی کسی رسم کا اس کے ساتھ بالتحقیق ہونا پایا نہیں جاتا، جو رسم کہ اب تسلیم کی جاتی ہے۔ اور جو حجر اسود کے ساتھ مخصوص خیال کی جاتی ہے وہ بوسہ دینا ہے۔

۴۰۔ سر سید احمد خان۔ تفسیر القرآن، لاہور دوست ایسوسی ایٹس ۱۹۸۶ء: ص ا

۴۱۔ سر سید احمد خان۔ الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ، لاہور ادارہ دعوۃ الفرقان س ن: ص ۳۹۸۔۴۰۲

حجرِ اسود کو بوسہ دینا سرسید کے خیال میں ایک رسم ہے جب کہ حضرت عمرؓ اسے سنت سمجھ کر ادا کرتے تھے۔ (۴۲)

نزول وحی کے وقت نبی ﷺ کی طبیعت پر ایک بوجھ محسوس ہونا، جس سے آپ ﷺ پر اضطراری کیفیت طاری ہونا، سردیوں میں بھی پسینہ جاری ہونا روایات میں بیان ہوا ہے لیکن سرسید ایسی روایات کا یوں انکار کرتے ہیں:

نزول وحی کے وقت اضطرار اور غش کی روایتیں ویسی ہی نامعتبر اور بے سند ہیں۔ ان روایتوں میں خود راویوں کے خیالات اور توہمات ہیں۔" (۴۳)

سرسید احمد خان معجزات کے بارے لکھتے ہیں:

انسان کے دین اور دنیا اور تمدن و معاشرت بل کہ زندگی کی حالت کو کرامت اور معجزہ پر یقین یا اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ (۴۴)

سید امیر علی، پیغمبر اسلام ﷺ کے غزوات کے حوالے سے لکھتے ہیں کی ان کی حیثیت صرف مدافعانہ تھی: "آں حضرت ﷺ کے تابعین اور اطراف مدینہ کے قبیلوں میں جو چپقلش ہوئیں ان سب کا باعث بت پرستوں کی جارحانہ اور سفاکارنہ عداوت تھی۔ جس نے مسلمانوں کو مدافعانہ اقدامات پر مجبور کر دیا۔" (۴۵)

جنگ بدر میں فرشتوں کی آمد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فرشتوں کے خدا کی طرف سے جنگ کرنے کے تصور میں جو شاعرانہ عنصر ہے اس کے نقش و نگار کو قرآن میں جو قلم کی جن چند سادہ جنبشوں سے ابھارا گیا ہے وہ خوب صورتی اور عظمت میں زبور کی بلیغ ترین عبارتوں کا مقابلہ کرتی ہیں دونوں میں ایک ہی طرح کی شعریت ہے۔ (۴۶)

۴۲۔ ایضاً: ص ۱۲۸

۴۳۔ ایضاً: ص ۴۴۵

۴۴۔ محمد اسماعیل پانی پتی۔ مقالات سرسید، لاہور مجلس ترقی ادب ۱۹۶۳ء: ص ۱۲۳

۴۵۔ امیر علی، سید، روح اسلام۔ محمد ہادی حسین (مترجم)، لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۹ء: ص ۳۴۷

۴۶۔ روح اسلام: ص ۳۴۷

مولانا شبلی نعمانی نے بھی سیرت رسول ﷺ پر کافی بحث کی ہے جبکہ عامۃ المسلمین کا اس امر پر اتفاق ہے اور روایات صحیحہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ آں حضرت ﷺ سے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف ادوار میں نیز مختلف غزوات و سرایا اور سفر و حضر میں بار بار معجزات اور دلائل نبوت کا ظہور و صدور ہوا ہے، لیکن مولانا شبلی کی سیرۃ النبی ﷺ ان کے ذکر سے بالعموم خالی ہے اس سلسلے میں یہ جواب شافی نہیں ہے کہ مولانا کا ارادہ معجزات سے متعلق ایک مستقل جلد تصنیف کرنے کا تھا، لیکن موت نے مہلت نہ دی کہ وہ اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔ کیوں کہ انہوں نے سیرۃ النبی ﷺ کا جو خاکہ مرتب کیا تھا۔ اس میں ایک جلد مستشرقین کے رد وابطال کے لیے بھی خاص کی تھی۔ تاہم اس کتاب کی موجودہ ڈیڑھ جلدوں میں بھی کہیں متن اور کہیں حاشیے پر وہ جابہ جا مستشرقین کے اعتراضات و ہفوات کا جواب دیتے چلے گئے ہیں۔ اس کے بر خلاف معجزات و دلائل نبوت کا ذکر ضمناً یا تبعاً بھی کہیں نہیں آسکا ہے، بل کہ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مولانا نے کوئی روایت اپنی جزئیات کے ساتھ داخل کتاب کی ہے۔ لیکن معجزے سے متعلق بیان کو حذف کر گئے ہیں۔ (۴۷)

غزوۂ خیبر کے سیاق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آشوب چشم اورآں حضرت ﷺ کے لعاب دہن لگانے اور دعا فرمانے کا ذکر تو مولانا نے کیا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں حضرت علیؓ کو جو شفا نصیب ہوئی اس کو حذف کر دیا ہے۔ حال آں کہ بخاری، حاکم، طبرانی اور بیہقی وغیرہ کی روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔ مثال کے طور پر بخاری میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

> فبصق رسول اللہ فی عینیہ و دعالہ فبرا حتی کان لم یکن بہ وجع (۴۸)
> رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے حق میں یہ دعا فرمائی تو اس طرح شفایاب ہوگئے گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

اسی طرح غزوۂ خندق کے سیاق میں صحیح بخاری میں مروی حضرت جابرؓ کی روایت کا ابتدائی ٹکڑا تو مولانا نے سیرۃ النبی ﷺ میں شامل کر لیا ہے، جس میں آپ ﷺ کے دست مبارک سے ایک بھاری چٹان کے تودے کا خاک ہوجانے کا ذکر ہے لیکن اسی روایت کا وہ ٹکڑا حذف کر دیا ہے جس میں حضرت

۴۷۔ صدیقی، ظفر احمد، ڈاکٹر۔ مولانا شبلی بہ حیثیت سیرت نگار، لاہور قدوسیہ اسلامک پریس ۲۰۰۵ء، ص ۲۲۵۔
۴۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح البخاری۔ النجاۃ دار طوق، ۱۴۲۲ھ، باب غزوہ خیبر، حدیث ۲۲۶

جابرؓ کے تھوڑے سے کھانے میں (جو تین چار لوگوں کی خوراک کے بقدر تھا) دست نبوی ﷺ کی برکت سے جماعت انصار و مہاجرین کے شکم سیر ہوجانے اور پھر بھی کھانے کے باقی بچ رہنے کا بیان ہے۔

فلم یزل یک سر الخبز و یغرف حتی شبعواو بقی بقیة فقا کلی واھدی۔(۴۹)

پھر آپ ﷺ برابر روٹی توڑتے اور (گوشت میں سے کاٹتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ سیر ہوگئے اور پھر بھی کچھ بچ رہا تو آپ ﷺ نے (حضرت جابرؓ کی اہلیہ سے) کہا کہ تم خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو ہدیہ بھی کرو۔

علاوہ بریں حدیث و سیرت کے مجموعوں میں ایسی صحیح و مستند روایات بہ کثرت ہیں جو واقعات سیرت سے ربط و تعلق کی بنا پر سیرۃ النبی ﷺ میں جگہ پانے کی مستحق تھیں لیکن کسی معجزے، کرامت یا خلاف عادت واقعے پر مشتمل ہونے کی بنا پر مولانا شبلی نے انہیں قلم انداز کر دیا ہے۔ ذیل میں اس کی بھی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں: معجزۂ شق قمر کی روایت صحیح بخاری، باب انشقاق القمر میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے لیکن مولانا شبلی نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔

غزوۂ خندق کے سیاق میں خندق کھودتے ہوئے جو غیر معمولی واقعات پیش آئے، یعنی آنحضرت ﷺ کی چشم مبارکہ کے سامنے محلات شام، قصر مدائن اور ابواب صنعا کا جلوہ گر ہوجانا اور مفاتیح شام، مفاتیح فارس اور مفاتیح یمن کے حصول کی بشارت وغیرہ کا بیان، ان سب کو مصنف نے حذف کر دیا ہے۔ حال آں کہ ان امور کا تذکرہ حضرت براء بن عازب کی روایت میں موجود ہے جس کی تخریج امام احمد اور امام نسائی نے کی ہے، اور جسے حافظ ابن حجر نے سند کے لحاظ سے حسن قرار دیا ہے۔

ووقع عند احمد والنسائی باسناد حسن من حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال الخ۔۔۔(۵۰)

۴۹۔ ایضا: باب غزوہ خندق وھی الاحزاب، حدیث نمبر ۴۱۰۱

۵۰۔ العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، الحافظ، العلامہ۔ فتح الباری شرح البخاری، لاہور دار نشر الکتب الاسلامیۃ ۱۴۰۱ھ: ج ۸، ص ۳۹۹

صحیح بخاری (باب قتل ابی رافع) میں ابو رافع کے قتل کا واقعہ مفصل مذکور ہے، اس میں حضرت عبداللہؓ بن عتیک نے سیڑھی سے گر کر اپنی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جانے اور پھر آپ ﷺ کے دست مبارک پھیرنے کی برکت سے مکمل طور پر شفایاب ہو جانے کا ذکر بھی کیا:

حتی انتھیت الی درجة له فوضعت رجلی و انا اری انی قد انتھیت الی الارض فوقعت فی لیلة مقمرة فانکسرت ساقی فعصبتھا بعمامة... فانتھیت الی النبی ﷺ فقال: لی ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسعھا، فکانما لم اشتکھا قط۔(۵۱)

یہاں تک کہ میں اس کی سیڑھی کے پاس پہنچا اور یہ سمجھ کر کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں اپنا پیر رکھ دیا، وہ چاندنی رات تھی بس میں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی اور اسے میں نے ایک پگڑی سے باندھ لیا... پھر میں خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ، میں نے پھیلا دیا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا تو وہ ایسا ٹھیک ہو گیا گویا اس میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی.

مولانا نے قتل ابو رافع کا ذکر بالکل سرسری طور پر اور وہ بھی ابن سعد کے حوالے سے کیا ہے اور بخاری کی مذکورہ بالا مفصل روایت کو قلم انداز کر دیا ہے انہیں بخاری کی اس روایت نیز اس معجزے کا تذکرہ کرنا چاہیے تھا۔

امام بخاری نے غزوۂ خیبر کے سیاق میں ایک روایت نقل کی ہے:

یزید بن ابی عبید قال: رایت اثر ضربة فی ساق سلمة فقلت یا ابا مسلم ماھذہ الضرب فقال: ھذہ ضربة اصابتھا یوم خیبر فقال الناس اصیب سلمة فاتیت النبی ﷺ فنفث فیه ثلاث نفثات فما اشتکیتھا حتی الساعة۔(۵۲)

یزید بن ابو عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہؓ (بن الاکوع) کی پنڈلی میں کسی ضرب کا نشان دیکھا تو میں نے پوچھا کہ ابو مسلم یہ ضرب کا نشان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ ضرب جنگ خیبر میں لگی تھی لوگوں میں چرچا ہوا کہ سلمہ کو ضرب آگئی پھر میں نبی ﷺ کی

۵۱۔ صحیح البخاری: باب غزوہ خیبر، حدیث ۴۲۰۶
۵۲۔ ایضاً: باب قتل ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق، حدیث ۴۰۳۹

خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر تین بار دم کر دیا اس کے بعد سے اب تک مجھے اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

لہٰذا مولانا نے اس روایت کو بھی بالکلیہ قلم انداز کر دیا ہے۔ اسی طرح متعدد روایت صحیحہ میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو غزوہ اُحد کی شکست اور اس میں مسلمانوں کی ایک جماعت کی شہادت کا علم ایک خواب کے ذریعے پہلے ہی ہو گیا تھا چناں چہ بیشتر ارباب سیرت نے غزوۂ احد کے سیاق میں اس خواب کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کیا ہے لیکن مولانا شبلی نے اس پورے بیان کو قلم انداز کر دیا ہے۔[۵۳]

علامہ شبلی نعمانی نے اس روایت کا انکار کیا جس رات حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اس رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش فارس بجھ گئی علامہ نے اس کی دلیل یہ پیش کی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت مذکور نہیں۔[۵۴]

مولوی چراغ علی تعدد ازدواج کے بارے لکھتے ہیں:

حضرت محمد ﷺ نے تعدد ازدواج کی بڑھتی ہوئی معصیت، جو عرب قوم میں عام تھی، کے انسداد کے لیے جو آخری اور موثر قدم اٹھایا وہ قرآن میں ان کا یہ اعلان تھا کہ کوئی فرد بھی ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ عدل نہیں کر سکتا۔[۵۵]

عبداللہ چکڑالوی معراج نبوی ﷺ کے بارے لکھتے ہیں:

رب العالمین نے آپ ﷺ کو بہ طور معجزہ سخت اندھیری رات میں صرف بہ حالت نیند خواب ہی میں اس خاص زمین کی سیر کرائی، یعنی مسجد الحرام، بیت مکہ سے لے کر مسجد اقصٰی بیت المقدس تک سب مقامات کو ظاہر بار طور پر پورا پورا دکھا دیا۔[۵۶]

نیاز احمد فتح پوری معجزات کے بارے میں لکھتے ہیں:

سب سے بڑی واھمہ پرستی کا جو سر چشمہ ہے اور بہت سے اوہام معجزہ کا اعتقاد ہے۔[۵۷]

۵۳۔ مولانا شبلی بہ حیثیت سیرت نگار، ص ۲۳۱۔ ۲۳۲

۵۴۔ سیرت النبی: ج ۱، ص ۳۹

۵۵۔ تحقیق الجہاد، لاہور طلوع اسلام ٹرسٹ: ص ۲۰۲۔ ۲۱۲

۵۶۔ ترجمۃ القرآن بآیات القرآن: پارہ ۱۵، ص ۱

۵۷۔ فتح پوری، نیاز احمد، من ویزداں، لاہور: رنگارنگ ایجنسی، ۱۹۲۷ء، ص ۱/ ۵۴۹

مولانا رفیع اللہ شہاب اپنی کتاب سیرت الرسول (ﷺ) میں بحیرہ راہب والی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے آپ ﷺ نے اس عمر میں شام کا کوئی سفر نہیں کیا تھا، یہ روایات عیسائی راہبوں کی گھڑی ہوئی ہے۔ (۵۸)

مولوی محمد علی بحیرہ راہب سے آپ ﷺ کی ملاقات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی عمر کوئی بارہ برس کی تھی جب ابوطالب نے اغراض تجارت کے لیے شام کا سفر کیا، اور چوں کہ رسول ﷺ آپ کی جدائی کو گوارا نہ کرتے تھے۔ اس لیے ساتھ ہی گئے بحیرہ راہب کی ملاقات کا واقعہ اسی سفر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ (۵۹)

مولانا اسلم جیراجپوری معراج کے بارے اس آیت: و ما جعلنا الرویا التی ارینا ک الا فتنة للناس کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن مجید سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رات کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مسجد حرام سے لے جاکر مسجد اقصیٰ میں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے چوں کہ یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء کی نیند اور بیداری یک ساں ہے۔ لہٰذا آنکھوں کے معائنے سے روحانی مشاہدے کو کم نہیں سمجھنا چاہیے اس لیے رویا قرار دینے پر بھی آیت کے معنی بالکل صحیح رہتے ہیں۔ (۶۰)

مرزا قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتا ہے:

کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بل کہ وہ نہایت اعلیٰ درجے کا کشف تھا۔ (۶۱)

اسی طرح مرزا بشیرالدین قادیانی کا کہنا ہے:

میرے نزدیک اسراء بیت المقدس ایک لطیف کشف تھا۔ (۶۲)

۵۸۔ رفیع اللہ شہاب۔ سیرۃ الرسول، لاہور صادق پبلی کیشنز س ن: ص ۲۳

۵۹۔ محمد علی، مولوی۔ سیرت خیر البشر، لاہور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، بار سوم ۱۹۵۱ء: ص ۴۵

۶۰۔ اسلم جیراج پوری۔ مولانا، سیرت رسول (تاریخ امت حصہ اول) لاہور مکتبہ اردو ادب س ن: ص ۶۰

۶۱۔ مرزا قادیانی، غلام احمد۔ ازالہ اوہام، ربوہ ضیاء الاسلام پریس س ن: ص ۴۷

۶۲۔ قادیانی، بشیرالدین، مرزا۔ تفسیر کبیر، ربوہ ضیاء الاسلام پریس س ن: ج ۴، ص ۲۹۴

غلام احمد پرویز نے سیرت رسول ﷺ کے حوالے سے بہت بحث کی ہے، مثلاً وہ حضور ﷺ کے حسی معجزات کے بارے لکھتا ہے:

قرآن کریم نے کسی شدت اور تکرار سے اس کی صراحت فرمادی ہے کہ نبی کو حس معجزہ نہیں دیا گیا۔(۶۳)

علی احمد خان دانش مند اپنی کتاب "رحمۃ للعالمین" میں سیرت کے کئی پہلوؤں پر بحث کی ہے چناں چہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ازواجی زندگی کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

دین کے دشمن نے اپنی کتابوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی گیارہ یا نو بیویاں بتائی ہیں۔ قرآن حکیم میں صرف دو بیویوں کا ذکر آیا ہے۔(۶۴)

محمد عثمان قریشی اپنی کتاب سیرت دانائے سبل میں لکھتے ہیں کہ بحیرہ اور نسطورا کے قصے محض کہانیاں ہیں۔(۶۵)

اسی طرح معجزات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض مؤرخین اور سیرت نگاروں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے معجزات منسوب کر کے یہ سمجھانا چاہا ہے کہ دوران تبلیغ آپ ﷺ لوگوں کو معجزے دکھایا کرتے تھے حال آں کہ یہ بات قطعی طور پر خلاف اسلام ہے۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے مشن سے معجزات خارج کردیے۔(۶۶)

ڈاکٹر فضل الرحمن تعدد ازواج کے بارے لکھتے ہیں:

تعدد ازواج قانون تخلیق کے منافی ہے۔(۶۷)

خالد مسعود جو کہ مکتب فراہی سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے حضور ﷺ سے متعلق کتاب "حیات رسول امی" لکھی۔ جس میں مصنف کا کہنا ہے کہ وحی کا آغاز غارِ حرا سے نہیں ہوا، اگرچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں تقریباً دس سے زائد مقامات پر اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں آں

۶۳۔ غلام احمد پرویز۔ معارف القرآن، لاہور ادارہ طلوع اسلام ۱۹۶۹ء: ج ۴، ص ۷۲۹

۶۴۔ دانش مند، علی احمد خان۔ رحمۃ للعالمین، لاہور انجمن تبلیغ القرآن س ن: ص ۵۰

۶۵۔ قریشی، محمد عثمان۔ سیرت دانائے سبل، کراچی الرحمن پبلیشنگ ٹرسٹ س ن: ص ۱۳۴

۶۶۔ ایضاً: ص ۳۷۶

۶۷۔ فضل الرحمن، ڈاکٹر، اسلام پر تجدد پسندی کے اثرات، مشمولہ فکر و نظر (مدیر: ڈاکٹر صاحب زادہ ساجد الرحمن) اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی جلد ۴، شمارہ ۱ مئی ۱۹۶۶ء: ص ۱۱۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان کیا ہے جن کی بنیاد پر مفسرین، محدثین فقہا اور سیرت نگار ان کا اتفاق ہے کہ وحی رسالت نبوت کا آغاز غارِ حرا میں سورہ العلق کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے صحیح بخاری کی ان روایات کی تنقیح کی ہے۔[۶۸]

متجددانہ فکر کے مثبت اثرات

☆ جدید سیرت نگاری کا آغاز سر سید سے ہی ہوا، ان کی کتاب کو ان امور کے سبب اولیت اور امتیاز شرف حاصل ہے۔

☆ غیر مسلموں کے اعتراضات کو پرکھنے کا آغاز ہوا۔ سر سید پہلے محقق تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب دینے کا آغاز کیا، جیسا کہ ان کی کتاب ''خطبات احمدیہ'' ولیم میور کے اعتراضات ہی کے جواب میں لکھی گئی۔

☆ اختلافی روایات کے مابین تطبیق یا ترجیح دینے کا آغاز بھی ہوا۔

☆ مذاہب عالم کی کتب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کو سیرت لٹریچر کا حصہ بنایا۔

☆ مطالعہ سیرت میں وسعت بھی سر سید کی کتاب سے ہی آئی۔

☆ بائبل سے استشہاد اور اس کے بیانات کا قرآن و حدیث سے تقابل بھی سر سید کے ہاں پہلی بار ملتا ہے۔

☆ درایت کے پہلو کو مطالعہ سیرت کا حصہ بنانے کا کام بھی جس بھی پور انداز میں سر سید نے انجام دیا وہ اس سے قبل نظر نہیں آتا۔

☆ مرتب انداز میں اصول سیرت نگاری پر شبلی نعمانی نے قابل قدر کام کیا۔

☆ مستشرقین پر اور ان کے کام پر نقد، ان کی اقسام اور تقسیم، ان کی چیدہ چیدہ کتب کا تعارف اور مستشرقین کی ایک فہرست مرتب کرنا بھی علامہ شبلی کا امتیاز ہے۔

☆ مختلف مآخذوں سے استفادے کا رجحان پیدا ہوا۔

☆ دعوتی اسلوب کا آغاز ہوا، جیسا کہ سید امیر علی کی کتاب سے ظاہر ہوتا ہے۔[۶۹]

۶۸۔ خالد مسعود۔ حیات رسول امی، لاہور دار التذکیر ۲۰۰۳ء: ص ۱۰۰۔۱۰۳

۶۹۔ عزیز الرحمن، سید، مطالعہ سیرت پاک و ہند میں، مشمولہ: السیرۃ (مدیر: سید فضل الرحمن)، شمارہ ۱۸، کراچی زوار اکیڈمی پبلی کیشنز رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ: ص ۲۸۳۔۲۸۴

متجددانہ اندازِ فکر کا تجزیہ

اگر تحریک تجدد کو تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ تحریک، تحریکِ استشراق سے جاملتی ہے اور یہ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ انسان، البتہ زمانے کے ساتھ ساتھ یہ تحریک مختلف روپ اور بھیس بدلتی رہی۔

بدل کر بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہیں آدم، جواں ہیں لات و منات

چناں چہ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے ساتھ ہی جب اسلام کا آغاز ہوا تو شیطان بوکھلا کر ان کا دشمن ہوگیا، گویا یہ کش مکش روز اول ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ متجددین نے اگرچہ سیرت طیبہ کے متعدّد پہلوؤں پر بات کی ہے لیکن یہاں ہم چند باتوں کو نہایت اختصار کے ساتھ زیرِ بحث لائیں گے۔ جیسے بحیرہ راہب سے ملاقات کا واقعہ ہے۔ یہ واقعہ کتب حدیث و سیر میں اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے اتنے شواہد موجود ہیں کہ اہل علم اس کی حقانیت کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مثلاً

۱۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔[۷۰]

۲۔ امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں روایت کرنے کے بعد کہا: ھذا صحیح علی شرط الشیخین۔[۷۱]

پہلی وحی کے حوالے سے بعض متجددین کا کہنا ہے کہ اس کا آغاز غارِ حرا سے نہیں ہوا۔ لیکن ابن حجر لکھتے ہیں کہ جب حراء میں خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو۔ چناں چہ اس نے آپ ﷺ کو نبوت سے مشرف کیا اور حضرت جبریلؑ قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔[۷۲]

بعض متجددین کا کہنا ہے کہ نزول وحی میں کوئی اضطرار وغیرہ کی کیفیت نہ ہوتی تھی لیکن ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نزول وحی کی کیفیت جب ختم ہوجاتی ہے تو سخت سردی کے دنوں میں

۷۰۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام۔ جامع الترمذی، ملتان فاروقی کتب خانہ س ن: باب بداء النبوۃ، ص ۲
۷۱۔ نیشاپوری، محمد عبداللہ حاکم، امام۔ مستدرک، مکہ مکرمہ مکتبہ دار الباز للنشر والتوزیع س ن: ج ۲ ص، ۶۱۰
۷۲۔ فتح الباری: ج ۱، ص ۲۷

بھی آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینہ آجاتا۔[۷۳]

اسی طرح واقعہ معراج کے اثبات کے لیے متعدد حوالہ جات میں سے ایک پر اکتفا کرتے ہیں کہ آیت کریمہ و ما جعلنا الرویا التی ارینک الا فتنة للناس۔[۷۴] اس کی تفسیر کرتے ہوئے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

ھی رویا عین اریھا رسول اللہ ﷺ لیلة اسری به[۷۵]

اس رویا سے مراد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسراء کی رات آنکھوں سے مشاہدہ ہے۔

غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول کے حوالے سے بعض متجددین تذبذب کا شکار ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے حال آں کہ اس بات کے ثبوت موجود ہیں، مثلاً صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مجاہد نے ایک مشرک کا تعاقب کیا، اوپر سے آواز آئی اے حیزوم آگے بڑھ، اس کے بعد اس مجاہد کی نظر جب مشرک پر پڑی تو وہ زمین پر چت پڑا تھا اس کی ناک اور چہرے کوڑے کی ضرب سے مسخ ہو چکا تھا اور پھٹ کر نیلا پڑ گیا تھا اس مجاہد نے سارا ماجرا حضور ﷺ کو سنایا تو مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

صدقت: ذلک من مدد السماء الثالثة۔[۷۶]

معجزہ شق القمر کے حوالے سے بھی متجددین بہت بحث کرتے ہیں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور اگر ان متجددین میں سے کوئی اقرار بھی کرتا ہے تو اس بناء پر کہ یہ معجزہ مطالباتی نہیں تھا بل کہ فلکیاتی نشانی تھی لیکن حضور ﷺ کے اس عظیم معجزہ شق القمر کے موضوع پر بیسیوں احادیث مذکور ہیں، جنھیں صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم، جامع الترمذی، مسند احمد بن حنبل، مستدرک حاکم، طحاوی، دلائل النبوۃ للبیہقی، دلائل النبوۃ لابی نعیم، اور مسند طیالسی وغیرہ نے نقل کیا ہے، یہ متعدد روایات اس واقعہ کے تواتر ثابت ہونے پر دلالت کرتی ہیں مثلاً صحیح بخاری میں ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: انشق القمر فرقتین، فرقة فوق الجبل و فرقة دونه، فقال رسول اللہ ﷺ: اشھدوا۔[۷۷]

۷۳۔ ترمذی: ج۵، ص۵۹۷، حدیث ۳۶۳۴

۷۴۔ الاسراء: ۶۰

۷۵۔ بخاری: کراچی قدیمی کتب خانہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۶۱ء، ص ۲/ ۲۸۶

۷۶۔ صحیح مسلم، بیروت دار احیاء التراث العربی س ن: ص ۱۳۸۵، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ، حدیث ۵۸

۷۷۔ ترمذی: ج۵، ص ۳۹۷

شق صدر کا واقعہ بھی متجددین کے بہت زیادہ زیر بحث رہا ہے انہوں نے اس کا سرے سے ہی انکار کر دیا اور اس کی غلط تعبیرات بھی کرتے ہیں، لیکن یہ واقعہ صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔ مثلاً صحیح مسلم میں سیدنا انسؓ بن مالک سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ اتاہ جبرئیل و ھو یلعب مع الغلمان، فاخذہ، فصرعہ، فشق عن قلبہ، فاستخرج القلب، فاستخرج منہ علقۃ، فقال: ھذا حظ الشیطان منک، ثم غسلہ فی طست من ذھب بماء زمزم، ثم لامہ، ثم اعادہ فی مکانہ، و جاء الغلمان یسعون الی امہ یعنی ظئرہ: فقالوا ان محمد قد قتل، فاستقبلوا و ھو منتقع اللون۔ قال انس: و قد کنت اری اثر ذلک المخیط فی صدرہ۔"(۷۸)

رسول اللہ ﷺ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبرئیلؑ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کو پکڑ کر لٹا دیا اور سینہ مبارک چیر کر اندر سے دل نکال لیا، دل میں سے ایک لہو کی پھٹکی نکالی اور کہا: یہ آپ ﷺ میں شیطان کا حصہ تھا (جو نکالا جا رہا ہے) پھر قلب مبارک کو سونے کے طشت میں رکھ کر آبِ زمزم سے دھویا اور پھر واپس دل کو سینے میں رکھ دیا۔ بچے بھاگتے ہوئے اپنی ماں کے پاس گئے اور جا کر کہنے لگے: محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے، پس وہ سب اس جگہ واپس آئے تو حضور ﷺ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سینے پر سلائی کے نشانات بھی دیکھے تھے۔

مذکورہ بالا مختصر بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ متجددین کے نظریات من گھڑت اور بے جا ہیں، جبکہ ان کا ثبوت قرآن و حدیث میں بالکل واضح ہے۔

مسلم دنیا میں متجددانہ افکار کا آغاز مغربی اقتدار سے ہوا جیسا کہ جناب مظہر الدین صدیقی کا کہنا ہے:

اسلامی ملکوں پر مغربی اقتدار کی وجہ سے مسلمان دنیا میں یہ تمام نئے خیالات اور سماجی قوتیں ظہور پذیر ہوئیں۔(۷۹)

۷۸۔ صحیح مسلم: ج ۱، ص ۱۲۹، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ، حدیث ۲۶۴

۷۹۔ مظہر الدین صدیقی۔ جدید مصلحین کی فکری خصوصیات۔ مشمولہ فکر و نظر جلد ۸، شمارہ ۴، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی اکتوبر ۱۹۷۰ء: ص ۲۵۵۔۲۵۶

متجددین کے بارے میں مسلم مفکرین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے یہاں مختصر طور پر ان متجددین کا تجزیہ بہ حوالہ مسلم مفکرین پیش کیا جاتا ہے۔ متجددین میں سرسید احمد خان کی شخصیت نمایاں اہمیت کی حامل ہے ان کے متعلق صادق حسین طارق لکھتے ہیں:

آپ چوں کہ عقل کے پرستار ہیں، ارسطو، ابن رشد اور معتزلیوں کے مقلد ہیں لہٰذا ہر معاملہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں.... وہ نہ صرف معجزات، فرشتوں، جن اور حضرت عیسیٰ کے کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہونے سے انکار کرنے پر مجبور ہوئے بل کہ روزِ حشر میں کھڑا ہونے، یوم قیامت کے قیام، دوزخ اور جنت کے بارے میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ان کو لفظی طور پر نہ مانا جائے بل کہ یہ تمثیلات ہیں۔ (۸۰)

مظہر الدین صدیقی کہتے ہیں:

سرسید احمد خان کے نظریے میں زیادہ یکسانیت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو جو نبی آخر الزماں ﷺ تھے معجزہ کرنے کی طاقت نہیں دی گئی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کے پیغمبروں کو معجزات کرنے کی قوت دی گئی، اس لیے سرسید ان پیغمبروں کے معجزات کو بھی رد کرتے ہیں وہ حادثات جنہیں معجزات قرار دیا گیا معجزات نہیں تھے بل کہ محض واقعات تھے جو قوانین قدرت کے مطابق ظہور پذیر ہوئے۔ (۸۱)

مولانا عبدالرحمن کیلانی کا کہنا ہے:

سرسید نے اپنے نظریات کے لیے بھی وہی تکنیک اور اسلوب اختیار کیا جو متقدمین اور معتزلہ نے اختیار کیا تھا اور آیات کی تاویلات اور انکار معجزات اسی تکنیک کا شاخسانہ ہیں۔ (۸۲)

سید امیر علی کی کتاب سے متعلق ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

یہ کتاب آج سے سو، سوا سو سال پہلے کے ماحول میں لکھی گئی تھی۔ بل کہ سوا سو سال سے بھی زیادہ ۱۸۷۳ء میں یہ پہلی بار چھپی تھی، اس زمانے کے لحاظ سے جو خیالات مسلمانوں کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں رائج تھے، ان خیالات کا اظہار ہے، بعض چیزیں صحیح ہیں

۸۰۔ صادق حسین طارق۔ سرسید احمد خان اور ان کے افکار، مشمولہ فکر و نظر جلد ۱۷، شمارہ ۳۔ ۴، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۹ء: ص ۴۶۔ ۴۷

۸۱۔ جدید مصلحین کی فکری خصوصیات، مشمولہ فکر و نظر: ص ۲۶۲

۸۲۔ آئینہ پرویزیت: ؟

اور اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق ہیں بعض بعض بیانات قابل غور ہیں اور محل نظر ہیں۔ (۸۳)

مولانا شبلی کے متعلق ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا شبلی اپنی نیت میں نہایت مخلص اور امت مسلمہ کے بڑے خیر خواہوں میں سے تھے... لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ ایک مجتہد کی طرح ان سے اس کتاب میں جا بہ جا علمی فروگذاشتیں اور غلطیاں بھی واقع ہوگئی ہیں۔ ان کے بہت سے بیانات اصلیت سے دور جا پڑے ہیں انہوں نے جا بجا مسلمات سے اختلاف و انحراف بھی کیا ہے بہت سی جگہ ان پر تاویل و توجیہ اور معذرت کا انداز بھی غالب آگیا ہے۔ (۸۴)

عبداللہ چکڑالوی سے متعلق مولانا عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں:

چکڑالوی صاحب کی یہ جسارت بھی قابل داد ہے کہ اکیلے رسول اللہ ﷺ کو ہی نہیں بل کہ ایسے تمام انبیاو رسل اور امت کے افراد کو زنا کا مرتکب قرار دے دیا، جن کے ہاں ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ (۸۵)

خلیفہ عبدالحکیم کے بارے پروفیسر عزیز احمد لکھتے ہیں:

خلیفہ عبدالحکیم، اقبال کی طرح قوت پر زیادہ زور دیتے ہیں اور سرسید احمد خان کی طرح عقلیت پسندی پر مصر ہیں۔ علم الملکوت میں خلیفہ عبدالحکیم امیر علی کی طرح کٹر قدامت پسند ہیں... وہ اسلام کو ایک معاشرتی مسلک سمجھتے ہیں، مسئلہ جہاد کے ضمن میں ان کا انداز قدرے کم معذرت خواہانہ ہے اور اسے وہ عقلی اور عملی نظریہ سمجھتے ہیں نہ کہ بالخصوص مدافعتی۔ (۸۶)

جہاں تک علی احمد خان دانش مند کی دو امہات المؤمنین کے حوالے سے تحقیق کا تعلق ہے، اس سے ہٹ کر دیکھا جائے تو کتب احادیث و سیرت میں نبی ﷺ کی گیارہ بیویوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (۸۷)

۸۳۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر۔ محاضرات سیرت، لاہور الفیصل ناشران س ن: ص ۶۳۴

۸۴۔ مولانا شبلی بہ حیثیت سیرت نگار: ص ۲۳۶۔۲۳۷

۸۵۔ آئینہ پرویزیت: ص ۱۱۹

۸۶۔ عزیز احمد، پروفیسر۔ برصغیر میں اسلامی جدیدیت۔ ڈاکٹر جمیل جالبی (مترجم): ص ۳۳۴

۸۷۔ منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی۔ رحمۃ للعالمین: ج ۸، ص ۱۳۴۔۱۷۱

ڈاکٹر فضل الرحمن سے متعلق مولانا یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے قلم سے جتنی قلمی تحقیقات صفحۂ قرطاس پر آئی ہیں۔ ان کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ معروف مسلم اسلام قطعاً مشکوک، ناقابل اعتماد، فرضی، بناوٹی اور غلط مذہب ہے۔[۸۸]

مرزا غلام احمد قادیانی اور وحید الدین کے بارے ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

نبی کاذب مرزا غلام احمد قادیانی اور منکر حقیقت رسالت محمدی ﷺ وحید الدین خاں کے درمیان بہت سی باتوں میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ دونوں کے یہاں دعوت مشن کا بہت تذکرہ ملتا ہے ان دونوں کے یہاں ایک ایسی دعوت کا غلغلہ بلند کیا جاتا ہے جو دینی اساسیات کے حقیقی مفہوم ومعانی سے خالی ہوتی ہے جس میں پروپیگنڈے کی اہمیت ہوتی ہے لیکن حقیقی روح ناپید ہوتی ہے۔[۸۹]

اقبال اور تجدد پسندی

علامہ محمد اقبالؒ اگرچہ عقلیت کے حامی ہیں لیکن وہ اس کی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ جیسا کہ شیخ محمد اکرم کا کہنا ہے:

ہمارے چند بااثر بزرگوں کی طرح قدامت پرست نہیں وہ مغرب کی کورانہ تقلید کا مخالف ہے لیکن اچھی چیزیں اخذ کرنے میں کوئی نقص نہیں سمجھتا بل کہ حالات زمانہ کے مطابق اسے ضروری سمجھتا ہے۔[۹۰]

علامہ اقبالؒ نے مسلمان جدیدیوں کو بھی حقائق کا ادراک عطا کیا، ان کے یہ قول:

لادینی و لاطینی! کس پیچ میں الجھا تو
دارو ہے ضعیفوں کا، لا غالب، الا ھو
صیاد، معانی کو یورپ سے ہے نومیدی
دل کش ہے فضا، لیکن بے ناقہ تمام آہو![۹۱]

۸۸۔ محمد یوسف لدھیانوی، مولانا۔ دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار، کراچی مکتبہ لدھیانوی س ن: ص ۶۔۷

۸۹۔ خالد علوی، ڈاکٹر۔ رسول اکرم ﷺ اسوۂ حسنہ تو ہیں اسوۂ کاملہ کیوں نہیں، لاہور صبح روشن، ۲۰۱۱ء: ص ۳۷

۹۰۔ محمد اکرم، شیخ۔ موج کوثر: ص ۳۳۶

۹۱۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ۔ کلیات اقبال اردو، لاہور: غلام علی اینڈ سنز، س ن: ص ۶۳۴

علامہ اقبالؒ مغربی تہذیب سے متعلق لکھتے ہیں:

ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جواں مرگ
شاید ہو کلیسا کے یہودی متولی[۹۲]

اقبالؒ کے نزدیک عقل کی کچھ حدود ہیں جہاں پر اس کی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے[۹۳]

اگرچہ عقل کی تعریف قرآن و سنت نے کی ہے لیکن یہ بات مسلم ہے کہ وہ وحی کے معاملات کا احاطہ نہیں کر سکتی لہٰذا معجزات اور واردات وحی کے بارے میں عقل کی رہ نمائی سے کنارہ کر کے فرمودات الٰہی پر کاربند ہونا ہی دانش مندی ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشہء لب بام ابھی[۹۴]

اور اگر عقل کے پیچھے لگ کر معجزات سے انکار کر دیا جائے تو ایمان ضائع ہو جائے گا، اقبالؒ لکھتے ہیں:

خرد سے راہرو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے؟ چراغ راہ گذر ہے
درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گذر کو کیا خبر ہے[۹۵]

۹۲۔ ضرب کلیم: ص ۶۹
۹۳۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ۔ بال جبریل، لاہور غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۵ء: ص ۸۴
۹۴۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ۔ کلیات، لاہور غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۲ء: ص ۲۷۸
۹۵۔ ایضاً: ص ۳۷۷